طلاق کے نقصانات
حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم
ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن
www.deeneislam.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

طلاق کے نقصانات
اور
اس سے بچنے کا طریقہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اما بعد!

الحمد للہ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان کو ان کے خالق و مالک جل شانہ نے جہاں اور فرائض و واجبات کے طریقے بتائے ہیں' اسی طرح نکاح و طلاق کے طریقے بھی بتلائے ہیں اور ان کے مطابق عمل کرنے کا تاکیدی حکم دیا ہے اور ان کے خلاف عمل کرنے میں جہاں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی ہے جو خود ایک مستقل گناہ اور سنگین جرم ہے' وہاں اس میں اور بھی طرح طرح کی خرابیاں ہیں اور قسم قسم کی دشواریاں ہیں جو آئے دن ہمارے سامنے آتی رہتی ہیں' خاص کر ایک عیال دار اور صاحبِ اولاد شخص کو جو الجھنیں پیش آتی ہیں وہ ناقابلِ بیان ہیں۔

طلاق کا غلط طریقہ اور اس کے نقصانات

یوں تو ہمارے معاشرے میں طلاق کے بے شمار غلط سلط طریقے رائج ہیں اور نت نئے غلط طریقے آئے دن سامنے آتے رہتے ہیں' ان میں سب سے زیادہ غلط' نا جائز اور خلافِ شرع طریقہ اور بے شمار آفات و مصائب سے بھرا ہوا وہ طریقہ ہے جو ہمارے یہاں بکثرت رائج ہے' اس کے بارے میں اگر یہ کہا جائے کہ یہ طریقہ سو فیصد رائج ہے تو شاید مبالغہ نہ ہو' اور پھر اپنی جہالت سے اسی کو طلاق دینے کا واحد طریقہ سمجھا جاتا ہے' اس طریقہ سے ہٹ کر طلاق دینے کو طلاق دینا سمجھا ہی نہیں جاتا' وہ نامراد طریقہ ایک دم تین طلاق دینے کا ہے۔ اسی بناء پر ہر خاص و عام' جاہل' پڑھا لکھا' امیر' غریب' غصہ میں یا غور و فکر کے بعد' زبانی یا تحریری جب طلاق دیں گے دفعۃً تین طلاقیں دیں گے' اس سے کم پر اکتفا ہی نہیں کرتے' بلکہ اتفاق سے شوہر اگر ایک یا دو طلاقیں دینے پر اکتفاء کر بھی لے تو اس کو تیسری طلاق دینے پر مجبور کیا جاتا ہے اور طرح طرح کے طعنے دے کر یا دھمکی دے کر یا کسی طرح مزید غصہ دلا کر تیسری طلاق بھی اسی وقت دلوائی جاتی ہے اور جب تک خاوند تین طلاقیں نہ دیدے' نہ خاوند کا غصہ ٹھنڈا ہوتا ہے' نہ بیوی کا' نہ دیگر اہل خانہ کا اور نہ دیگر اقرباء کا' اور اس سے پہلے نہ بچوں کی بربادی کا خیال آتا ہے' نہ گھر اجڑنے کا' نہ دو خاندانوں میں عداوت و دشمنی کا' کوئی بھی اس وقت ہوش سے کام نہیں لیتا' اور جب خاوند بیوی کو طلاق کی تینوں گولیاں مار دیتا ہے تو سب کو سکون ہو جاتا ہے اور ہوش آجاتا ہے۔

پھر جب چھوٹے چھوٹے بچّوں کا خیال آتا ہے اور ان کے کھوئے کھوئے معصوم سے چہرے سامنے آتے ہیں اور گھر اجڑتا نظر آتا ہے تو اوسان خطا ہونے لگتے ہیں اور ہر ایک کو اپنی غلطی کا احساس ہونے لگتا ہے اور دونوں میاں بیوی اپنے کئے پر پشیمان ہوتے ہیں اور معافی و شافی کر کے بہت جلد صلح و آشتی پر تیار ہو جاتے ہیں' مگر سر سے پانی پھر جانے کے بعد یہ پشیمانی اور صلح و آشتی کچھ کام نہیں آتی اور نہ

رونے دھونے سے کچھ کام چلتا ہے' تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں' حرمت مغلظہ ثابت ہو جاتی ہے اور بیوی خاوند پر حرام ہو جاتی ہے جس میں رجوع بھی نہیں ہو سکتا اور حلالہ کے بغیر باہم دوبارہ نکاح بھی نہیں ہو سکتا اور طلاق دینے میں ناجائز طریقہ اختیار کرنے کا گناہ عظیم علیحدہ ہوا' پھر اگر ناحق طلاق دی ہو تو ناحق طلاق دینا ظلم ہے جو خود گناہِ کبیرہ ہے اور حرام ہے۔

اس کے بعد علماءِ کرام اور مفتیانِ عظام کے دروازوں کو دستک دی جاتی ہے اور بڑی عاجزی کے ساتھ اپنی درد بھری داستان سنائی جاتی ہے' معصوم بچّوں کی بربادی کا ذکر ہوتا ہے' آنکھوں سے اشکوں کے دریا بہائے جاتے ہیں اور درخواست کی جاتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح کوئی گنجائش نکال کر ان کے گھر کو تباہی سے بچایا جائے' کوئی کفّارہ بتلایا جائے جس سے دی ہوئی تین طلاقیں کالعدم ہو جائیں اور ہم دوبارہ میاں بیوی بن جائیں۔ مگر اب میاں بیوی کہاں بن سکتے ہیں' دوبارہ میاں بیوی بننے کے جتنے راستے اور جو جو گنجائشیں اللہ اور اس کے رسول نے رکھی تھیں وہ سب اپنی نادانی سے یک لخت ختم کر دیں۔ اس وقت لے دے کر صرف یہ طریقہ رہ جاتا ہے کہ عدّت گزارنے کے بعد مطلقہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے پھر نکاح کے بعد یہ دوسرا شخص مطلقہ سے باقاعدہ جماع (ہمبستری) کرے اور جماع کے بعد اپنی خوشی سے اس کو طلاق دے اور پھر مطلقہ اس دوسرے شوہر کی بھی عدتِ طلاق گزارے' تب کہیں جا کر وہ پہلے خاوند کے لئے حلال ہو سکتی ہے اور اس سے نکاح کر سکتی ہے مگر مطلقہ کا نکاحِ ثانی کرتے وقت یہ شرط لگانا کہ دوسرا شوہر نکاح کے بعد اس کو ضرور ہی طلاق دے گا' خود موجب لعنت ہے' حدیث پاک میں ایسا کرنے اور کرانے والے پر لعنت آئی ہے' اور بعض دفعہ شوہرِ ثانی بغیر جماع کئے طلاق دے دیتا ہے' بلکہ اسی کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس طرح تو مطلقہ پہلے شوہر کے لئے حلال ہی نہیں ہوتی' کیونکہ پہلے شوہر پر حلال ہونے کے لئے دوسرے شوہر کا وطی (ہمبستری) کرنا شرط ہے' پھر یہ

طریقہ بھی کوئی شخص اپنی غیرت کو بالائے طاق رکھ کر ہی کر سکتا ہے یا بہت ہی سخت مجبوری میں اس کو گوارا کر سکتا ہے۔ سلیم الطبع اور غیرت مند آدمی اس کو نہیں اپنا سکتا۔ اور بعض لوگ دوسرے طریقوں سے اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کے یہ دوسرے طریقے بہت ہی بدتر ہوتے ہیں کیونکہ مذکورہ طریقے میں صحیح طرز پر عمل کرنے سے مطلقہ بہرحال پہلے خاوند کے لئے حلال تو ہو جاتی ہے مگر دوسری صورت اختیار کرنے سے مطلقہ پہلے خاوند پر حلال ہی نہیں ہوتی' بدستور حرام رہتی ہے۔

رجوع کی ناجائز شکلیں

چنانچہ بعض جگہ تمام احکام کو پسِ پشت ڈال کر' عذابِ قبر' عذابِ آخرت اور قہرِ خداوندی سے بے خوف ہو کر صراحۃً تین طلاقیں دینے کے باوجود بغیر کسی حلالہ اور نکاح کے میاں بیوی میں رجوع کرا دیا جاتا ہے' گھر کے بڑے یا دیگر اہلِ محلّہ یہ کہہ کر ان کی تسلّی کر دیتے ہیں کہ غصہ میں طلاق نہیں ہوتی یا گواہوں کے بغیر طلاق نہیں ہوتی یا بالکل تنہائی میں طلاق نہیں ہوتی یا دل سے طلاق دینے کا ارادہ نہ ہو تو طلاق نہیں ہوتی' یا بیوی کو طلاق کا علم نہ ہو تو طلاق نہیں ہوتی یا بیوی طلاق نامہ کی رجسٹری واپس کر دے اور وصول نہ کرے تو طلاق نہیں ہوتی' یا جب تک وہ طلاق کی تحریر نہ پڑھے اور قبول نہ کرے طلاق نہیں ہوتی یا محض لکھ کر دینے سے جبکہ خاوند نے زبانی طلاق نہ دی ہو طلاق نہیں ہوتی یا مطلقہ حمل سے ہو تو طلاق نہیں ہوتی۔ یہ سب جاہلوں کی اپنی خود ساختہ اور من گھڑت دلیلیں ہیں جو بالکل لچر ہیں۔ ازروئے شرع ان سب صورتوں میں بلاشبہ تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور ان کا رجوع محض حرام کاری کا ذریعہ ہوتا ہے اور اس طرح ان کی ساری زندگی گناہ میں گزرتی ہے جس میں یہ دونوں مرد و عورت تو گنہگار ہوتے ہی ہیں' ساتھ ہی وہ لوگ بھی گنہگار ہوتے ہیں جنھوں نے ان دونوں کو اس حرام زندگی گزارنے پر آمادہ کیا۔

بعض لوگ تین طلاقیں دینے کے بعد، تین کا اقرار نہیں کرتے، یا طلاق ہی سے مُنکر ہو جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح طلاقیں واقع نہ ہوں گی یا پھر سفید جھوٹ بول کر بجائے تین طلاقوں کے دو لکھواتے اور بتلاتے ہیں اور مفتی کو دھوکہ دے کر رجوع کا فتویٰ لے لیتے ہیں اور لوگوں میں مشہور کر دیتے ہیں کہ فلاں بڑے مفتی صاحب کا یا فلاں بڑے مدرسہ کا فتویٰ منگوا لیا ہے کہ طلاق نہیں ہوئی، لہٰذا رجوع ہو سکتا ہے۔ اس طرح عوام کو بھی دھوکا دیتے ہیں تاکہ کسی کے سامنے رسوائی نہ ہو اور پھر ان عیاریوں سے وہ سمجھتے ہیں کہ بیوی حلال ہو گئی ہے جو محض اور محض خود فریبی ہے۔ مفتی غیب داں نہیں، وہ تحریر وبیان کا پابند ہے، جو کچھ اس کو بتایا جائے گا وہ اسی کے مطابق جواب لکھ کر دے گا، بیان و تحریر کی ذمہ داری صاحب واقعہ پر ہے، اصل حقیقت چھپا کر ایک یا دو طلاقوں کے حکم کو تین طلاقوں کے حکم پر فٹ کرنے سے بیوی حلال ہرگز نہ ہوگی، بدستور حرام رہے گی۔ ایسے لوگ مفتی اور عوام کو تو دھوکہ دے سکتے ہیں مگر اللہ جل شانہ کو دھوکہ نہیں دے سکتے، وہ برابر حق تعالیٰ کے سامنے ہیں اور اس کے قہر و غضب سے نہیں بچ سکتے۔

بعض لوگ تین طلاقوں سے بچنے کے لئے جب فقہ حنفی میں کوئی راستہ نہیں پاتے تو اپنا مسلکِ حنفی چھوڑ کر غیر مقلدوں سے رجوع کرتے ہیں اور اُن سے فتویٰ لے کر رجوع کر لیتے ہیں، اُن کے مسلک میں ایک ہی مجلس کے اندر اگر کوئی شخص تین طلاقیں دفعۃً دے دے تو ایک ہی طلاق ہوتی ہے اور دوبارہ رجوع ہو سکتا ہے۔ ان کا یہ مسلک قرآنِ حکیم، احادیثِ صحیحہ، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین رحمہم اللہ، چاروں امام حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور جمہورِ اُمّت کے خلاف ہے اور علمی اعتبار سے بھی غلط ہے۔ (اس سلسلہ میں چند حدیثیں آخر میں آرہی ہیں) ان کے مسلک پر عمل کر کے یہ لوگ حرام کاری کی زندگی بسر

کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ دفعۃً تین مرتبہ طلاق دینے میں مصیبت ہی مصیبت اور گناہ ہی گناہ ہے۔

اگر نکاح سے پہلے یا نکاح کے بعد ہی طلاق کے مسائل سیکھ لئے جاتے (جب کہ مسائل کو سیکھنا اس وقت فرض بھی تھا) اور پھر ان پر عمل کیا ہوتا تو آج یہ روزِ بد دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ گھر اور بچے برباد نہ ہوتے' سکون غارت نہ ہوتا۔ دو خاندانوں میں دشمنی پیدا نہ ہوتی۔ لہٰذا ایک وقت تین طلاق دینے سے مکمل اجتناب کرنا واجب ہے اور جہاں تک ممکن ہو غصہ میں ہرگز ہرگز طلاق نہ دی جائے۔ اگر کبھی غصہ میں ایسی نوبت آنے لگے تو فوراً وہاں سے علیحدہ ہو جائیں اور جب غصہ ختم ہو جائے اور پھر بھی طلاق دینے کا ارادہ ہو تو اس سلسلہ میں کم از کم پہلے قرآن و سنّت کی ان مختصر مندرجہ ذیل تعلیمات کا ضرور مطالعہ کرلیں اور شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کریں۔

میاں بیوی کے حقوق

میاں اور بیوی میں تعلقات کشیدہ ہونے کی اصل بنیاد عام طور پر ایک دوسرے کے حقوق ادا نہ کرنا ہے' اسی سے جھگڑے ہوتے ہیں' اشتعال پیدا ہوتا ہے' اس لئے دونوں پر لازم ہے کہ ایک دوسرے کے حقوق پہچانیں اور پھر ان تمام حقوق کو ادا کرنے کی پوری پوری کوشش کریں۔ جہاں کہیں کوتاہی ہو رہی ہو' کھلے دل سے اس کا اعتراف کریں' اور جلد از جلد اس کا تدارک کرلیں۔ اگر ایسا کرنے لگیں تو شاید ہی کوئی رنجش ہو۔ یہاں مختصراً دونوں کے چند شرعی حقوق کا ذکر کیا جاتا ہے :

خاوند پر بیوی کے یہ حقوق ہیں :

① بیوی کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا۔

② اعتدال کے ساتھ اس کی ایذاء پر صبر کرنا یعنی اگر بیوی سے کوئی خلاف طبع

اور ناگوار بات صادر ہو تو اس پر صبر کرنا' برداشت کرلینا اور نرمی سے اس کو سمجھا دینا تاکہ آئندہ وہ خیال رکھے اور معمولی معمولی بات پر غصہ کرنے سے پرہیز کرنا۔

③ غیرت میں اعتدال رکھنا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو خواہ مخواہ بیوی سے بدگمانی کرے اور نہ بالکل اس کی طرف سے غافل ہو جائے۔

④ خرچ میں اعتدال کرنا۔ یعنی حد سے زیادہ تنگی نہ کرے اور نہ فضول خرچی کی اجازت دے' میانہ روی اختیار کرے۔

⑤ حیض و نفاس کے احکام سیکھ کر بیوی کو سکھانا' نماز پڑھنے اور دین پر چلنے کی تاکید کرتے رہنا اور بدعات و رسومات سے منع کرنا۔

⑥ اگر ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان میں حقوق برابر رکھنا۔

⑦ بقدرِ ضرورت اس سے جماع (ہمبستری) کرنا۔

⑧ بغیر اجازت عزل نہ کرنا یعنی صحبت کرتے وقت بیوی کی مرضی کے بغیر باہر منی خارج نہ کرنا۔

⑨ بغیر ضرورت کے طلاق نہ دینا۔

⑩ بقدر ضرورت رہنے کے لئے مکان دینا۔

⑪ کبھی کبھی بیوی کے محارم اور قریبی عزیزوں سے اس کو ملنے دینا۔

⑫ اس کے ساتھ ہمبستری کی باتیں' دوسروں پر ظاہر نہ کرنا۔

⑬ ضرورت کے وقت بیوی کو مارنے اور تنبیہہ کرنے کی جو حد شریعت نے بتلائی ہے اس سے زیادہ مار پیٹ نہ کرنا۔ (اس کی تفصیل آگے آرہی ہے)

بیوی پر شوہر کے یہ حقوق ہیں :

① ہر جائز کام میں خاوند کی اطاعت کرنا' البتہ خلافِ شرع اور گناہ کے کام میں معذرت کردے۔

② خاوند کی حیثیت سے زیادہ نان ونفقہ کا مطالبہ نہ کرنا۔

(۳) شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں نہ آنے دینا۔

(۴) شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے گھر سے نہ نکلنا۔

(۵) شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں سے کسی کو کچھ نہ دینا۔

(۶) اس کی اجازت کے بغیر نفل نماز نہ پڑھنا اور نفل روزہ نہ رکھنا۔

(۷) خاوند صحبت کے لئے بلائے تو شرعی ممانعت اور رکاوٹ کے بغیر انکار نہ کرنا۔

(۸) خاوند کو اس کی تنگدستی یا بدصورتی کی وجہ سے حقیر نہ سمجھنا۔

(۹) اگر خاوند میں کوئی بات خلافِ شرع اور گناہ کی دیکھے تو ادب کے ساتھ منع کرنا۔

(۱۰) اس کا نام لے کر نہ پکارنا۔

(۱۱) کسی کے سامنے اس کی شکایت نہ کرنا۔

(۱۲) اس کے سامنے زبان درازی اور بدزبانی نہ کرنا۔

(۱۳) اس کے والدین کو اپنا مخدوم سمجھ کر ان کا ادب و احترام کرنا' ان کے ساتھ لڑ جھگڑ کر یا کسی اور طریقے سے ایذاء نہ پہنچانا۔ (دین کی باتیں و حقوق الاسلام)

صالح بیوی

قرآن کریم کی رو سے نیک بیوی وہ ہے جو مرد کی حاکمیت کو تسلیم کر کے اس کی اطاعت کرے' اس کے تمام حقوق ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے پیٹھ پیچھے اپنے نفس اور مال کی حفاظت کرے' اپنی عصمت اور مال کی حفاظت جو امورِ خانہ داری میں سب سے اہم ہیں ان کے بجا لانے میں خاوند کے سامنے اور پیچھے کا حال بالکل برابر رکھے' یہ نہیں کہ خاوند کے سامنے تو اس کا اہتمام کرے اور اس کی عدم موجودگی میں لاپرواہی برتے۔ ایک حدیث میں اس کی مزید تشریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

"بہترین عورت وہ ہے کہ جب تم اس کو دیکھو تو خوش ہو اور جب اس کو کوئی حکم دو تو اطاعت کرے اور جب تم غائب ہو تو اپنے نفس اور مال کی حفاظت کرے"۔ (معارف القرآن)

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :

"جو عورت اپنے شوہر کی تابعدار اور فرماں بردار ہو اس کے لئے ہوا میں پرندے' دریا میں مچھلیاں' آسمانوں میں فرشتے اور جنگلوں میں درندے استغفار کرتے ہیں"۔ (بحر محیط)

نافرمان بیوی کی اصلاح کے تین طریقے

جب کسی کی بیوی اس کی فرمانبرداری نہ کرے' اس کے حقوق ادا نہ کرے اور خوش اسلوبی کے ساتھ زندگی نہ گزارے تو قرآنِ کریم نے اس کی اصلاح کے ترتیب وار تین طریقے بتلائے ہیں' طلاق دینے سے پہلے ان باتوں پر عمل کرنا چاہئے۔

(۱) پہلا طریقہ اور درجہ یہ ہے کہ خاوند نرمی سے بیوی کو سمجھائے' اس کی غلط فہمی دور کرے۔ اگر واقعی وہ جان کر غلط روش اختیار کئے ہوئے ہے تو سمجھا بجھا کر صحیح روش اختیار کرنے کی تلقین کرے' اس سے کام چل گیا تو معاملہ یہیں ختم ہو گیا' عورت ہمیشہ کے لئے گناہ سے اور مرد قلبی اذیّت سے اور دونوں رنج و غم سے بچ گئے۔ اور اگر اس فہمائش سے کام نہ چلے تو

(۲) دوسرا درجہ یہ ہے کہ ناراضگی ظاہر کرنے کے لئے بیوی کا بستر اپنے سے علیحدہ کر دے اور اس سے علیحدہ سوئے۔ یہ ایک معمولی سزا اور بہترین تنبیہ ہے' اس سے عورت متنبہ ہو گئی تو جھگڑا یہیں ختم ہو گیا۔ اور اگر وہ اس شریفانہ سزا پر بھی اپنی نافرمانی اور کج روی سے باز نہ آئی تو

(۳) تیسرے درجے میں خاوند کو معمولی مار مارنے کی بھی اجازت دی گئی ہے' جس

کی حد یہ ہے کہ بدن پر اس مار کا اثر اور زخم نہ ہو ــــــ مگر اس تیسرے درجہ کی سزا کے استعمال کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہیں فرمایا' اس لئے اس درجہ پر عمل کرنے سے بچنا اولیٰ ہے۔ بہرحال اگر اس معمولی مارپیٹ سے بھی معاملہ درست ہو گیا' صلح صفائی ہو گئی' تعلقات بحال ہو گئے' تب بھی مقصد حاصل ہو گیا' خاوند پر بھی لازم ہے کہ وہ بھی بال کی کھال نہ نکالے اور ہر بات منوانے کی ضد نہ کرے' چشم پوشی اور درگزر سے کام لے اور حتی الامکان نباہنے کی کوشش کرے۔

باہمی صلح وصفائی کا ایک عمدہ طریقہ

مذکورہ تین طریقے تو وہ تھے کہ جن کے ذریعے گھر کا جھگڑا گھر ہی میں ختم ہو جائے' لیکن بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ جھگڑا طول پکڑ لیتا ہے خواہ اس وجہ سے کہ بیوی کی طبیعت میں نافرمانی' سرکشی اور آزادی ہے یا اس بناء پر کہ خاوند کا قصور ہے اور اس کی طرف سے بے جا تشدد اور زیادتی ہے۔ بہرحال اس صورت میں گھر کی بات کا گھر سے باہر نکلنا لازمی ہے' لیکن عام عادت کے مطابق تو یہ ہوتا ہے کہ طرفین کے حامی ایک دوسرے کو برا کہتے ہیں اور الزام لگاتے پھرتے ہیں' جس کے نتیجہ میں جانبین میں اشتعال پیدا ہو جاتا ہے' اور پھر دو شخصوں کی لڑائی خاندانی جھگڑے کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

قرآن کریم نے اس فسادِ عظیم کو بند کرنے اور باہم صلح وصفائی کرانے کے لئے ایک بہت ہی پاکیزہ طریقہ بتایا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ برادری کے سربراہ اور معاملہ فہم حضرات یا ارباب حکومت یا فریقین کے اولیاء دو حَکَم (صلح کرانے والے) مقرر کریں۔ ایک مرد کے خاندان سے' دوسرا عورت کے خاندان سے اور دونوں حکم میں یہ اوصاف موجود ہوں۔

(۱) دونوں ذی علم ہوں۔
(۲) دیانت دار ہوں۔
(۳) نیک نیّت ہوں اور دل سے چاہتے ہوں کہ ان میں صلح ہوجائے۔

اور پھر صلح و صفائی کی پوری کوشش کریں، جب ایسے حَکَم ان دونوں میاں بیوی کے درمیان اخلاص کے ساتھ صلح کی کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی غیبی امداد ہوگی اور یہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے اور ان کے ذریعے دونوں میاں بیوی کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اتفاق و محبت پیدا فرمائیں گے۔

(از معارف القرآن جلد ۲ بتصرف)

نکاح کا مقصد طلاق دینا نہیں

اسلامی تعلیمات کا اصل رُخ یہ ہے کہ نکاح کا معاملہ اور معاہدہ عمر بھر کے لئے ہو، اس کے توڑنے اور ختم کرنے کی نوبت ہی نہ آئے، کیونکہ نکاح ختم ہونے کا اثر صرف میاں بیوی پر نہیں پڑتا، بلکہ نسل و اولاد کی تباہی و بربادی اور بعض اوقات خاندانوں اور قبیلوں میں فساد تک کی نوبت پہنچتی ہے اور پورا معاشرہ اس سے بُری طرح متاثر ہوتا ہے۔ اسی لئے جو اسباب اور وجوہ اس رشتہ کو توڑنے کا سبب بن سکتے ہیں، قرآن و سنّت کی تعلیمات نے ان تمام اسباب کو راہ سے ہٹانے کا پورا انتظام کیا ہے۔ زوجین کے ہر معاملہ اور ہر حال کے لئے جو ہدایتیں قرآن و سنّت میں مذکور ہیں، ان سب کا حاصل یہی ہے کہ یہ رشتہ ہمیشہ زیادہ سے زیادہ مستحکم ہوتا چلا جائے، ٹوٹنے نہ پائے، نااتفاقی ہونے کی صورت میں جیسا کہ تفصیل سے ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ اوّل افہام و تفہیم کی پھر زجر و تنبیہہ کی ہدایتیں دی گئیں ہیں اور اگر بات زیادہ بڑھ جائے اور اس سے بھی کام نہ چلے تو خاندان ہی کے دو افراد کو حَکَم اور ثالث بنانے کا ارشاد کس قدر حکیمانہ ہے کہ اگر معاملہ خاندان سے باہر گیا تو بات بڑھ جانے اور دلوں میں اور زیادہ بُعد پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے۔ کاش ہم بھی ان پاکیزہ تعلیمات پر صحیح طریقہ

سے عمل پیرا ہوں۔ جذبات سے مغلوب ہونے کے بجائے' خوب سوچ سمجھ کر اس بارے میں کوئی قدم اٹھائیں۔

طلاق بالکل آخری مرحلہ پر ہے

بعض اوقات ایسی صورتیں بھی پیش آجاتی ہیں کہ اصلاحِ حال کی تمام کوششیں ناکام ہو جاتی ہیں' کسی طریقہ سے اتفاق نہیں ہوتا' ازدواجی زندگی سے مطلوبہ ثمرات حاصل ہونے کے بجائے میاں بیوی کا آپس میں مل کر رہنا ایک عذاب بن جاتا ہے' ایسے سنگین حالات میں دونوں کے اس ازدواجی تعلق کو ختم کردینا ہی طرفین کے لئے راحت اور سلامتی کا باعث ہوتا ہے۔ ایسے آخری اور انتہائی حالات میں شریعت نے خاوند کو طلاق کا اختیار دیا ہے اور یہ کہہ دیا ہے کہ اس اختیار کا استعمال کرنا بہت ہی ناپسندیدہ' مبغوض اور مکروہ ہے' صرف مجبوری میں اس کی اجازت ہے اور اس کا طریقہ بھی خود ہی بتلایا ہے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی تاکید کی ہے جس میں بیشمار دینی اور دنیاوی فوائد ہیں۔

طلاق دینے کا احسن طریقہ

چنانچہ قرآن و سنّت کے ارشادات اور صحابہ و تابعین کے عمل سے طلاق دینے کے طریقے کے متعلق جو کچھ ثابت ہوتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب میاں بیوی میں کسی طرح صلح و صفائی اور میل جول نہ ہوتا ہو اور طلاق دینے کے سوا کوئی چارہ ہی نہ رہا ہو تو طلاق دینے کا احسن (بہترین) طریقہ یہ ہے کہ جب بیوی ماہواری سے پاک ہو اور اس پاکی کے زمانہ میں خاوند نے بیوی سے صحبت بھی نہ کی ہو تو خاوند صاف الفاظ میں بیوی کو صرف ایک طلاق دیدے' مثلاً یوں کہہ دے "میں نے تجھے ایک طلاق دی"۔ اس کے بعد عدت گزرنے دے۔ عدت کے دوران رجوع کرے تو بہتر ہے' ورنہ اس طرح عدت ختم ہونے کے ساتھ ہی نکاح کا رشتہ خود بخود ٹوٹ جائے گا' بیوی شوہر سے بالکل جدا ہو جائے گی اور آزاد ہوگی اور اس کو اختیار ہوگا کہ جہاں

چاہے نکاح کرے۔ فقہائے کرام نے اس طرح طلاق دینے کو طلاقِ احسن کہا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اس کو طلاق کا بہترین طریقہ قرار دیا ہے۔ لہٰذا جب طلاق دینا بہت ہی ناگزیر ہو تو اسی طریقہ کے مطابق طلاق دینا چاہئے۔

طریق احسن کے فوائد

طلاق کے اس احسن طریقہ میں یوں تو بیشمار فوائد ہیں' چند اہم فائدے یہ ہیں :

(۱) سب سے اہم فائدہ اس طریقہ میں یہ ہے کہ طلاق کے جتنے واقعات سامنے آتے ہیں ان میں ننانوے فیصد واقعات میں میاں بیوی اس واقعہ سے بہت پچھتاتے اور شرمندہ ہوتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح دوبارہ ان کا رشتۂ ازدواج بحال ہو جائے' لیکن چونکہ وہ تین طلاقیں دے چکے ہوتے ہیں اور رجوع کرنے یا بلا حلالہ دوبارہ نکاح کرنے کے تمام درجے عبور کر چکے ہوتے ہیں' اس لئے ان کا شرمندہ ہونا اور صلح پر آمادہ ہونا کچھ کام نہیں آتا۔ مذکورہ طلاق کے احسن طریقہ پر عمل کرنے میں طلاق دینے کے بعد تین ماہواریاں گزرنے تک عدت ہے بشرطیکہ حمل نہ ہو' ورنہ وضع حمل تک عدّت ہے اور عدّت کے دوران دونوں میاں بیوی کو علیحدگی اور اس پر مرّتب ہونے والے اثرات پر غور و فکر کا اچھا خاصا وقت مل جاتا ہے اور مستقبل کے سلسلہ میں صحیح فیصلہ کرنے کا موقع ملتا ہے' اگر دورانِ عدّت دونوں اس نتیجے پر پہنچ جائیں کہ طلاق دینا اچھا نہیں ہے اور اپنے کئے پر نادم ہوں' بیوی خاوند کی فرمانبرداری کرنے اور اپنی کوتاہیوں کو دور کرنے کا عہد کرے' خاوند بھی گھر کی بربادی اور بچّوں کی کفالت و پرورش کی دشواریوں کا اندازہ لگا کر خوش اسلوبی کے ساتھ زندگی گزارنے میں سلامتی دیکھے تو ابھی کچھ نہیں بگڑا' دوبارہ میاں بیوی والے تعلقاتِ خاص قائم کرلیں' بس رجوع ہوگیا' حسبِ سابق میاں بیوی کی طرح رہیں اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں۔ بہتر یہ ہے کہ کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں

کے سامنے خاوند کہے کہ "میں اپنی بیوی کو دوبارہ اپنے نکاح میں لوٹاتا ہوں"۔ یا یوں کہے کہ "میں اپنی بیوی کو دوبارہ رکھے لیتا ہوں"۔ یہ رجوع کا افضل طریقہ ہے تاکہ دوسروں کو تعلقات کی بحالی سے کوئی غلط فہمی نہ ہو اور رجوع کرنا بھی طلاق کی طرح سب کے علم میں آجائے۔ اور اگر عدّت کے دوران خاوند نے رجوع نہ کیا اور عدّت گزر گئی تو اب مطلقہ اس کے نکاح سے پوری طرح آزاد ہوگئی' اب جہاں اس کا دل چاہے نکاح کرے' طلاق دینے والے سے اس کا کچھ تعلق نہیں رہا' دونوں بالکل اجنبی ہوگئے۔

(۲) طلاق کے اس احسن طریقے میں دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اگر رشتۂ ازدواج سے آزاد ہونے اور کچھ وقت گزرنے کے بعد کسی وجہ سے ایک دوسرے کی یاد ستانے لگے' کبیدگیوں اور رنجشوں کو بھلا کر ایک دوسرے کے محاسن' خدمات اور احسانات پر غور کرنے کا از سرنو موقع ملے اور پھر دوبارہ ایک دوسرے سے نکاح کرنے کے خواہشمند ہوں تو طلاق اور عدت گزرنے کے بعد بھی بغیر کسی حلالہ کے دوبارہ آپس میں نئے مہر کے ساتھ باہمی رضامندی سے نکاح کر سکتے ہیں۔

بالفرض دوبارہ نکاح ہوگیا اور بدقسمتی سے دوبارہ بھی اس کو کامیابی کے ساتھ نہ نباہ سکے اور خدانخواستہ پھر طلاق کی نوبت آگئی تو دوبارہ طلاق دینے سے پہلے اس بار بھی ان تمام تفصیلات پر عمل کرنا چاہئے جن کا ذکر اوپر ہوا ہے (یعنی پہلے افہام و تفہیم سے کام لے' پھر زجر و تنبیہہ کرے' پھر خاندان کے دو افراد کو حکم اور ثالث بنائے) پھر بھی طلاق دینا ہی ناگزیر ہو تو پھر طلاق احسن دی جائے' (یعنی ماہواری سے پاک زمانے میں جس میں بیوی سے صحبت بھی نہ کی ہو' صاف الفاظ میں صرف ایک طلاق دے) جس میں دوبارہ خاوند کو اختیار رہے کہ وہ عدّت کے دوران رجوع بھی کر سکتا ہے اور عدّت کے بعد بغیر کسی حلالہ کے باہمی رضامندی سے نئے مہر پر دوبارہ نکاح بھی کر سکتا ہے' لیکن اب طلاق دینے والا طلاق کے دو درجے عبور کر چکا ہے اور دو

طلاقیں واقع ہوچکی ہیں' رجوع کرنے یا نکاحِ ثانی کرنے سے یہ دی ہوئی دو طلاقیں ختم نہیں ہوتیں وہ تو واقع ہو چکی ہیں البتہ دو طلاقوں تک شریعت نے یہ سہولت رکھ دی ہے کہ اگر ایک یا دو طلاقوں کے بعد دونوں شرمندہ ہوں اور ملاپ کرنا چاہیں تو دو طلاقوں تک ان کے لئے اس کی گنجائش ہے۔

اب اس کے بعد دونوں کے لئے بڑا اہم لمحہ فکر یہ ہے اور اب انہیں مستقبل میں ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارنے کے لئے بہت زیادہ فکر و نظر کی ضرورت ہے' کیونکہ وہ ازدواجی زندگی قائم کرنے کے دو درجے پہلے ہی عبور کر چکے ہیں' اب انہیں آئندہ کے لئے آخری مرتبہ پھر ایک حتمی فیصلہ کرنا ہے۔ وہ فیصلہ ایک آخری فیصلہ ہوگا چنانچہ اگر ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے اور خوش اسلوبی سے اپنا گھر بسا کر زندگی بسر کرنے کا ارادہ کرلیتے ہیں تو دوسری طلاق کی عدت کے اندر رجوع کرسکتے ہیں ورنہ عدت کے بعد باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح بھی بغیر کسی حلالہ کے ہوسکتا ہے۔ پھر اگر ان دونوں نے یہ گرانقدر موقع بھی ضائع کردیا اور اپنی نادانی' نالائقی اور بداطواری سے اس دفعہ بھی طلاق کی نوبت آگئی اور خاوند طلاق دے بیٹھا تو بیوی اس پر حرام ہوجائے گی' جس میں نہ رجوع ہوسکتا ہے اور نہ حلالہ کے بغیر دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔

احسن طریقہ سے طلاق دینے میں دو مرتبہ طویل عرصہ تک دونوں کو ایک دوسرے کی علیحدگی اور اس سے پیدا شدہ اثرات پر سنجیدگی سے غور و فکر کا موقع ملتا ہے اور دوبارہ رشتہ ازدواج کو بحال اور قائم کرنے کا راستہ بھی باقی رہتا ہے۔ دفعۃً تین طلاقیں دینے میں ایسا کوئی فائدہ نہیں ہے' میاں بیوی دونوں سر پیٹ کر رہ جاتے ہیں اور سخت دشواری کا شکار ہوتے ہیں۔

طلاق کے اس احسن طریقے میں کہیں جلد بازی اور عجلت نہیں ہے۔ جلد بازی شیطانی عمل ہے' جس کا انجام پشیمانی ہے۔ چنانچہ آپ اندازہ لگائیں کہ شریعت

نے اول یہ حکم دیا کہ میاں بیوی خود ہی اپنے معاملہ کو سلجھائیں، خاوند افہام و تفہیم سے کام لے، اس سے کام نہ چلے تو بیوی کا بستر علیحدہ کردے۔ اس سے بھی بیوی اپنی اصلاح نہ کرے تو زجر و توبیخ اور معمولی مار سے اس کی اصلاح کرے۔ یہ بھی مفید نہ ہو تو کسی ثالث اور حکم کے ذریعے صلح و صفائی کرائی جائے۔ جب اس طرح بھی اصلاح حال کی امید نہ ہو اور کوئی صورت مل کر رہنے کی نہ رہے تو بیوی کو اگر ماہواری آرہی ہو تو اس کے پاک ہونے کا انتظار کرے، ابھی طلاق نہ دے، جب حیض سے بالکل پاک ہوجائے تو طلاق کے احسن طریقے کے مطابق اس کو صرف ایک طلاق زبانی یا تحریری دیدے۔

دیکھئے! ہر جگہ دونوں کو بار بار غور و فکر کا موقع دیا جارہا ہے اور سوچ بچار کا پورا پورا وقت دیا جارہا ہے، اور پھر شریعتِ اسلامیہ کے بتلائے ہوئے طریقہ کے ہر پہلو سے یہ نمایاں ہو رہا ہے کہ حتی الامکان نکاح برقرار رہے اور طلاق کا استعمال نہ ہو، اور اگر سخت مجبوری میں طلاق دینا ہی پڑے تو بھی اس کا استعمال کم سے کم ہو، تاکہ آئندہ بھی اگر وہ دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو نکاح کرسکیں۔

دفعۃً تین طلاقیں دینے سے تینوں کے واقع ہونے کی وجہ

اگر کوئی نادان طلاق کے اس بہترین طریقہ کو اختیار ہی نہ کرے اور اس کو جاننے کی حد تک بھی معلوم نہ کرے، بے سوچے سمجھے محض جوش غضب میں تینوں طلاقیں دے بیٹھے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے، دین و شریعت پر کچھ الزام نہیں، وہ خود اپنے اوپر روئے اور اپنے کیئے پر آنسو بہائے۔ غلط اور غیر مشروع طریقہ اختیار کرنے کی یہی سزا ہے۔ جب خود ہی اس نے اپنے سارے اختیارات اور شریعت کی دی ہوئی آسانیاں نظرانداز کردیں اور بلاوجہ اور بلا ضرورت ختم کردیں تو اب اس کی سزا یہ ہے کہ نہ رجعت ہو سکے اور نہ بغیر دوسری شادی کے آپس میں نکاح ہو سکے۔

بعض لوگ اس مشہور مثل "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" کا مصداق ہوتے ہیں

اور بڑی ڈھٹائی کے ساتھ کہتے ہیں کہ دلی ارادہ کے بغیر غصہ میں دینے سے تینوں طلاقیں کیوں ہو گئیں؟ اس کے علاوہ بھی وہ طرح طرح کی باتیں اور اعتراضات کرتے ہیں اور عقل سے کورا ہونے کا ثبوت دیتے ہیں' ان کا جواب عقلی اور عرفی طور پر تو یہی ہے کہ کسی فعل کا جرم و گناہ ہونا اس کے موثر ہونے میں کہیں بھی منع نہیں ہوتا مثلاً کسی کو ناحق قتل کرنا جرم بھی ہے اور گناہ عظیم بھی ہے لیکن اس کے باوجود کوئی شخص نادانی میں کسی کے تین گولیاں مار دے یا غصہ میں تلوار سے مار کر قتل کر دے تو جس کو گولی مار کر یا تلوار سے قتل کیا گیا وہ تو قتل ہو ہی جاتا ہے' اس کی موت تو اس کا انتظار نہیں کرتی کہ یہ گولی جائز طریقہ سے ماری گئی ہے یا ناجائز طریقہ سے اور تلوار غصہ میں چلائی گئی ہے یا محبت میں' سمجھ کر ماری گئی ہے یا ناسمجھی میں۔ ایک اور مثال لے لو۔ چوری کرنا باتفاق مذاہب جرم و گناہ ہے مگر جو مال اس طرح غائب کر دیا گیا وہ تو ہاتھ سے نکل ہی جاتا ہے۔ یہی حال تمام معاصی اور جرائم کا ہے کہ ان کا جرم و گناہ ہونا ان کے اثر کرنے میں رکاوٹ نہیں بنتا' تو ایک دم تین طلاقیں دیدینا بیشک جرم و گناہ ہے لیکن کوئی دے گا تو تینوں واقع ہو جائیں گی۔

شرعی جواب یہ ہے کہ متعدد صحیح حدیثوں میں اکٹھی دی جانے والی تین طلاقوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے معتبر مانا ہے اور نافذ کیا ہے' اگرچہ اس نامشروع طریقہ سے طلاق کے دینے پر سخت ناراضگی کا اظہار بھی فرمایا ہے چنانچہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت محمود بن لبیدؓ نقل کیا ہے کہ :

> "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک آدمی کے متعلق خبر دی گئی جس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دی تھیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ ہو کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا : کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے' حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں' اتنے میں ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا

اے اللہ کے رسول! کیا میں اس کو قتل نہ کردوں؟"

(نسائی شریف کتاب الطلاق صفحہ ۹۸ جلد ۲)

تشریح ✦ یہ بڑی معتبر، صحیح اور مستند حدیث ہے۔ حافظ ابن القیمؒ نے صحیح علیٰ شرطِ مسلم قرار دیا ہے (زاد المعاد) اور جوہر نقی میں علامہ ماروردیؒ نے اس کی سند صحیح اور ابن کثیرؒ نے اسناد جید اور ابنِ حجرؒ نے رواۃ مؤثقون فرمایا۔ ہے اور اس حدیث میں تین طلاقیں بیک وقت دینے پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی ناراضگی کا اظہار فرمایا اور بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس شخص کو مستوجبِ قتل بھی سمجھا، مگر یہ کہیں منقول نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طلاقوں کو کالعدم یا تین کو ایک طلاقِ رجعی قرار دے کر بیوی اس کے حوالہ کردی ہو، بلکہ قاضی ابو بکر بن عربیؒ نے یہ الفاظ بھی اس حدیث کے متعلق نقل کئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تینوں طلاقوں کو نافذ فرمادیا تھا۔ (عمدۃ الاثاث)

ایک روایت حضرت عُوَیمر عجلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی سے لعان کیا۔ اور جب وہ دونوں (یعنی حضرت عُوَیمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی بیوی) لعان سے فارغ ہوگئے تو حضرت عویمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس پر جھوٹ بولنے والا ہوں گا اگر میں نے اس کو اپنے پاس رکھ لیا، پھر حضرت عُوَیمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو تین طلاقیں دیدیں اس سے پہلے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں حکم دیتے۔ (بخاری شریف مع فتح الباری صفحہ ۳۰۱ جلد)

تشریح ✦ بخاری شریف میں اس حدیث کا ہونا اس کی صحت کے لئے کافی ہے اور اس حدیث میں پوری وضاحت کے ساتھ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیک وقت تین طلاقوں کو تین ہی قرار دے کر نافذ فرمایا ہے۔ اور محمود بن لبیدؒ کی سابقہ روایت میں بھی ابو بکر ابن عربی

کی روایت کے مطابق تین طلاقوں کو نافذ کرنے کا ذکر موجود ہے اور بالفرض یہ نہ بھی ہوتا تو یہ کہیں منقول نہیں کہ آپ نے بیک وقت دی جانے والی تین طلاقوں کو کالعدم یا تین کو ایک طلاق رجعی قرار دیا ہو۔

ایک اور روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد جب حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان کی بیوی حضرت عائشہ خثعمیہ نے انہیں مبارکباد دی' اس پر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا : کیا یہ مبارکباد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت پر ہے؟ اس پر تم خوشی کا اظہار کررہی ہو' تجھ پر تین طلاقیں ہیں۔ جب عدت ختم ہوگئی تو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بقیہ مہر اور مزید دس ہزار روپے بھیجے۔ جب حضرت عائشہ کو یہ رقم ملی تو کہنے لگی' جدا ہونے والے حبیب سے یہ مال کم ہے۔ یہ سن کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمایا :

لولا انی سمعت جدّی اوحدثنی ابی انه سمع جدی یقول ایما رجل طلق امرأته ثلاثا عند الأ قراء أوثلاثاً مُبهمة لم تحلّ له حتیٰ تنکح زوجاغیره لراجعتها۔

یعنی اگر نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہ ہوتا کہ "جس شخص نے اپنی بیوی کو ماہواری کے وقت یا مبہم (گول مول) تین طلاق دیدیں تو وہ عورت بغیر نکاح ثانی کے اس کے لئے حلال نہیں ہوتی" تو میں رجوع کرلیتا ہے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۳۶ جلد ۷)

طبرانی نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ :

ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دے ڈالیں تو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین طلاقیں تو واقع ہو گئیں، باقی نو سو ستانوے سے اس نے ظلم کیا، اگر اللہ چاہے اس کو عذاب دے اور اگر چاہے تو معاف کرے۔

(الاشفاق احکام الطلاق)

فائدہ ✦ ان تمام احادیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ بیک وقت تین طلاقیں دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ مختلف حیلوں سے انہیں کالعدم کرنے کی کوشش کرنا یا تین طلاقوں کو ایک طلاق رجعی قرار دینا محض جہالت ہے اور ایسا کرنا سے حرام حلال نہیں ہو سکتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح نکاح ایک اہم معاملہ ہے اور اس کے لئے عرصہ سے تیاریاں کی جاتی ہیں اور بڑے غور و فکر اور بہت سوچ سمجھ کر شرعی طریقہ سے کیا جاتا ہے، بالکل اسی طرح طلاق کا معاملہ بھی بڑا اہم معاملہ ہے بلکہ بعض اعتبار سے نکاح سے بھی زیادہ اہم اور نازک معاملہ ہے اور شریعت اسلامیہ نے اس کا بھی طریقہ بتلایا ہے۔ اس طریقے کو اختیار کرنا لازم و واجب ہے، اس کو فراموش کر کے طلاق کے سلسلے میں اپنے آپ کو آزاد سمجھنا اور بے سوچے سمجھے جوش غضب میں بے دھڑک طلاق کا استعمال کرنا نہ صرف ناجائز اور گناہ ہے بلکہ معاشرتی طور پر بھی اس کے نتائج بڑے تشویشناک اور پریشان کن ہیں۔ سلامتی اور عافیت صرف اسی طریقہ میں ہے جو محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے، ضرورت شدیدہ میں اسی طریقہ پر عمل کرنا چاہئے اور غلط روش سے توبہ کر کے ہمیشہ کے لئے اجتناب کرنا چاہئے۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

بشکریہ "البلاغ" کراچی۔ ستمبر ۱۹۸۳ء